دعوتِ اسلامی کی کامیابی کا راستہ

تربیت گاہِ جماعتِ اسلامی میں سوال وجواب کی ایک محفل

پچھلے دنوں لاہور میں صوبۂ پنجاب کے ارکانِ جماعت کی ایک تربیت گاہ چند روز کے لیے قائم ہوئی تھی جس میں ہر ضلع کے چیدہ ارکان شریک ہوئے تھے۔ ۳۰ مارچ کی شام کو اس میں مجھے شرکائے تربیت گاہ کے سوالات کا جواب دینے کے لیے مدعو کیا گیا۔ اس میں جو سوالات کیے گئے اور ان کے جو جوابات دیے گئے انہیں یہاں درج کیا جا رہا ہے۔

ابوالاعلیٰ

اَن پڑھ لوگوں میں تبلیغ کیسے کی جائے

سوال:۔ "۸۰ فیصد اَن پڑھ لوگوں کو دعوتِ اسلامی سے کیسے روشناس کرایا جائے"؟

جواب:۔ اسلام کی دعوت جب عرب میں پیش کی گئی تھی اُس وقت اُس کی مخاطب آبادی تقریباً سو فیصدی اَن پڑھ تھی۔ قریش جیسے ترقی یافتہ قبیلے کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس میں صرف سترہ افراد پڑھے لکھے تھے۔ مدینے میں اس سے بھی کم لوگ تعلیم یافتہ تھے۔ اور باقی عرب کی حالت کا اندازہ آپ اِن دو بڑے شہروں کی حالت سے کر سکتے ہیں۔ قرآن مجید اُس ملک میں لکھ کر نہیں پھیلایا گیا تھا بلکہ وہ لوگوں کو زبانی سُنایا جاتا تھا۔ صحابہ کرام اُس کو سن کر ہی یاد کرتے تھے اور پھر زبانی ہی اُسے دوسروں کو سُناتے تھے۔ اِسی ذریعہ سے پورا عرب اسلام سے روشناس ہوا۔ پس درحقیقت لوگوں کا اَن پڑھ ہونا کوئی ایسی دشواری نہیں ہے جس کی وجہ سے اسلام کی تبلیغ نہ ہو سکتی ہو۔ آغازِ اسلام میں اِس دین کی تبلیغ اَن پڑھ لوگوں ہی میں کی گئی تھی اور یہ محض زبانی تبلیغ وتلقین ہی تھی جس سے اُن کو اس قدر بدل دیا گیا، ایسا زبردست انقلاب اُن کے اندر برپا کر دیا گیا کہ وہ دنیا کے مصلح بن کر کھڑے ہو گئے۔ اب آپ کیوں

یہ سمجھنے لگے ہیں کہ ۸۰ فیصد ان پڑھ آبادی میں اسلام کی دعوت نہیں پھیلائی جا سکتی؟ آپ کے اندر ۲۰ فی صدی تو پڑھے لکھے لوگ موجود ہیں۔ وہ پڑھ کر اسلام کو سمجھیں، اور پھر باقی ۸۰ فی صد لوگوں کو زبانی تبلیغ و تلقین سے دین سمجھائیں۔ پہلے کی بہ نسبت اب یہ کام زیادہ آسان ہو گیا ہے۔ البتہ فرق جو کچھ ہے وہ صرف یہ ہے کہ اُس وقت جو شخص بھی اسلام کی تعلیمات کو سُن کر ایمان لاتا تھا وہ ایمان لا کر بیٹھ نہیں جاتا تھا بلکہ آگے دوسرے بندگانِ خدا تک ان تعلیمات کو پہنچانا اپنا فرض سمجھتا تھا۔ اُس کی تمام حیثیتوں پر مبلغ ہونے کی حیثیت غالب آجاتی تھی۔ وہ ہمہ تن ایک تبلیغ بن جاتا تھا۔ جہاں جس حالت میں بھی اُسے دوسرے لوگوں سے سابقہ پیش آتا تھا، وہ ان کے سامنے اللہ اور اس کے رسولؐ کی ہدایات بیان کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتا تھا۔ وہ ہر وقت اِس تلاش میں لگا رہتا تھا کہ کس طرح اللہ کے بندوں کو جہالت کی تاریکیوں سے نکال کر علم کی روشنی میں لائے۔ جتنا قرآن بھی اُسے یاد ہوتا وہ اُسے لوگوں کو سناتا، اور اسلام کی تعلیمات جتنی کچھ بھی اسے معلوم ہوتیں اُن سے وہ لوگوں کو آگاہ کرتا تھا۔ وہ انھیں بتاتا تھا کہ صحیح عقائد کیا ہیں جو اسلام سکھاتا ہے اور باطل عقیدے اور خیالات کون سے ہیں جن کی اسلام تردید کرتا ہے۔ اچھے اعمال اور اخلاق کیا ہیں جن کی اسلام دعوت دیتا ہے اور برائیاں کیا ہیں جن کو وہ مٹانا چاہتا ہے۔ یہ سب باتیں جس طرح پہلے سنائی اور سمجھائی جاتی تھیں اُسی طرح آج بھی سنائی اور سمجھائی جا سکتی ہیں۔ اِن کے لیے نہ سنانے والے کا پڑھا لکھا ہونا ضروری ہے نہ سننے والے کا۔ یہ ہر وقت بیان کی جا سکتی ہیں اور ہر شخص کی سمجھ میں آسکتی ہیں۔ اسلام نے کوئی ایسی نرالی چیز پیش ہی نہیں کی ہے جس سے انسانی طبائع مانوس نہ ہوں اور جن کو سمجھنے اور سمجھانے کے لیے بڑے فلسفے بگھارنے کی ضرورت ہو۔ یہ تو دینِ فطرت ہے۔ انسان اِس سے بالطبع مانوس ہے۔ اِسے پڑھے لکھے لوگوں کی بہ نسبت اَن پڑھ لوگ زیادہ آسانی سے قبول کر سکتے ہیں، کیونکہ وہ فطرت سے قریب تر ہوتے ہیں، اور ان کے دماغ میں وہ پیچ نہیں ہوتے جو جاہلیت کی تعلیم نے ہمارے پڑھے لکھے لوگوں کے دماغوں میں ڈال دیے ہیں۔ لہٰذا آپ اَن پڑھ آبادی کی کثرت سے ہرگز نہ گھبرائیں۔ اُن کی ناخواندگی اصل رکاوٹ نہیں ہے، بلکہ آپ کے اندر جذبۂ تبلیغ کی کمی اصل رکاوٹ ہے۔ ابتدائے اسلام کے مسلمانوں کی طرح ہمہ تن مبلغ بن جائیے اور تبلیغ کی وہ لگن اپنے اندر پیدا کر لیجیے جو ان کے اندر تھی۔ اس کے بعد آپ دیکھیں گے کہ اسلام کی دعوت پھیلانے کے بے شمار مواقع آپ کے منتظر ہیں جن سے آپ نے آج تک اس لیے فائدہ نہیں اُٹھایا کہ آپ اپنے ملک کی آبادی میں سو فی صدی خواندگی پھیل جانے کے منتظر رہے۔